



داعیانِ دین کے لیے فہم بلاغتِ قرآنی کی علمی و دعویٰ اہمیت The Scholarly and Missionary Significance of Understanding Qur'anic Eloquence for Islamic Preachers

Dr. Faryal Umbreen

IIUI Post Doctoral Fellow/ Assistant Professor/ In charge Dawah Centre for
Women, Dawah Academy, International Islamic University, Islamabad.

Email: faryal.umbreen@iiu.edu.pk



Muhammad Jafir

Doctoral Candidate, Gomal University Dera Ismail Khan
Email: jafirtyar786@gmail.com



This article explores the scholarly and missionary importance of understanding the Qur'anic eloquence (*balāgha*) for Islamic preachers (*du'āt*). The Qur'an is not only a divine book of guidance but also a linguistic miracle whose rhetorical power has captivated audiences for centuries. For preachers, mastering its eloquence enables more impactful, persuasive, and spiritually resonant communication. In a time when conveying religious truths requires both intellectual rigor and emotional appeal, the Qur'anic use of storytelling, metaphors, parables, and contrasting themes offers a deeply effective model. This paper argues that comprehension of Qur'anic *balāgha* strengthens a preacher's message, allowing it to reach hearts and minds with clarity and power. Therefore, understanding the eloquence of the Qur'an is a vital asset for any contemporary Islamic missionary.

Keywords: Qur'anic Eloquence, *Balāgha*, Islamic Preaching, Da'wah, Rhetoric, Religious Communication, Qur'anic Narrative, Islamic Missionary Work.

Journament



تمہید:

قرآن مجید مخصوص ایک کتاب ہدایت نہیں بلکہ فصاحت و بلاغت کا ایک بے مثال م مجرہ ہے، جو ہر دور کے انسان کو اپنے دلنشیں اور بلجنے سے خاطب کرتا ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت عرب معاشرہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھا، اور وہاں کے شعر اور خطبازبان و بیان کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ لیکن جب قرآن عظیم الشان نازل ہوا تو ان کی زبانیں لگنگ ہو گئیں، اور وہ اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ کلام انسانی نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے ان کو اس جیسا کلام لانے کا چیلنج بھی دیا لیکن کسی بھی قادر الکلام عرب کو اس جیسی ایک آیت پیش کرنے کی ہمت نہ ہو سکی، جس سے اس کی بلاغی عظمت روڑوشن کی طرح عیال ہو گئی۔

داعیانِ دین کے لیے فہم بلاغتِ قرآنی کی اہمیت

- قرآن مجید کی دعوت مخصوص عقلی استدلال پر مخصر نہیں، بلکہ وہ ایک جامع پیغام ہے جو انسانی وجود کے ہر پہلو کو مناطب کرتا ہے۔ عقل کو دلیل سے، دل کو جذبات سے، روح کو نور سے، اور عمل کو تحریک سے متنازع کرتا ہے۔ یہی اس کی بلاغت کا حسن ہے کہ وہ مخصوص خطاب نہیں کرتا، بلکہ قاری یا سامع کو محسوس کرواتا ہے کہ یہ پیغام اسی کے لیے ہے، اسی کی زندگی کے سوالات کا جواب ہے، اور اسی کی فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ قرآن مجید انسان کی فطری کمزوریوں، خواہشات، خوف، امید، ماضی کے تجربات اور مشاہداتی دنیا کو استعمال کر کے ایسی زبان اختیار کرتا ہے جو صرف ذہن نہیں، دل کی دنیا کو بھی جھنچھوڑ دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جا جامتا لیں دی گئی ہیں۔ کبھی بارش کی، کبھی درختوں کی، کبھی انسان کی پیدائش کی، اور کبھی تاریخ کے عبر تناک و اقعات کی۔ تاکہ انسان اپنے ارد گرد کی دنیا میں اللہ کی نشانیاں پہچانے اور ان کے ذریعے حقیقت تک پہنچے۔

- جب داعی قرآن مجید کی اس بلاغت کو سمجھے گا تو وہ مخصوص الفاظ دہرانے والا نہیں رہے گا بلکہ ایک شعور یا نتہ ترجمان بن جائے گا، جو سامع کے مزاج، پس منظر، جذبات اور فکری سطح کے مطابق قرآن مجید کی آیات کو پیش کرے گا۔ اس کی باقی میں وہ اثر ہو گا جو صرف معلومات سے نہیں، بلکہ احساس اور حکمت سے پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی زبان دل پر دستک دیتی ہے، اور جب داعی خود اس زبان کو دل سے سمجھے، تو پھر اس کی دعوت الفاظ سے آگے بڑھ کر پیغام بن جاتی ہے۔ ایک ایسا پیغام جو دل میں اُترتا ہے، فکر کو جھنچھوڑتا ہے، اور عمل کو متحرک کرتا ہے۔

عصر حاضر کے ذہن کو متنازع کرنا اور بلاغتِ قرآنی کی عصری افادیت

عصر حاضر کا انسان سوال کرتا ہے، تجزیہ کرتا ہے، تقابل کرتا ہے، اور دلیل مانگتا ہے۔ وہ اندھی تقلید کو مسترد کرتا ہے اور ہر بات کو عقل اور تجربے کی کسوٹی پر پر کھتتا ہے۔ ایسے ماحول میں مخصوص جذباتی تقریر یا روایتی انداز بیان سے بات مؤثر نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے ایسی زبان اور اسلوب کی ضرورت ہے جو علم، استدلال، حکمت، اور فکری گھرائی سے مزین ہو۔ اور یہی وہ خصوصیات ہیں جو قرآن مجید کی بلاغت میں بد رجاءً تم پائی جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں دلائل کی ایک پوری دنیا موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ بار بار انسان کو فرماتا ہے:

"أَفَلَا تَعْقِلُونَ"¹ "كَيْا تَمْ عَقْلٌ نَّبِيْنَ رَكِيْتَ"

"أَفَلَا يَتَفَكَّرُونَ"² "كَيْا تَمْ غُورٌ نَّبِيْنَ كَرِتَ"

"أَوْلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ"³ "كَيْا وَهُ اپْنَے نَفْسَ مِنْ غُورٍ نَّبِيْنَ كَرِتَ"

جیسے الفاظ سے دعوت فکر دیتا ہے۔ یہ انداز صرف مذہبی عقیدے کی تلقین نہیں بلکہ عقلی بنیادوں پر یقین پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ الحاد، سیکولر ازم اور سائنسی مادہ پرستی جیسے نظریات نے دین کو فرد کی بھی زندگی تک محدود کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن قرآن مجید ایک ایسا جامع پیغام پیش کرتا ہے جو نہ صرف خالق و مخلوق کے رشتے کو واضح کرتا ہے بلکہ معاشرت، اخلاق، معیشت، قانون اور ریاست کے معاملات میں بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جب داعی ان آفاقتی تعلیمات کو قرآن مجید کے بلا غنتی اسلوب کے ساتھ بیان کرتا ہے تو وہ محض ایک مذہبی مبلغ نہیں بلکہ ایک فکری رہنماء اور مصلح بن جاتا ہے۔ مزید یہ کہ قرآن مجید کا اسلوب ہر ذہنی سطح کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ایک علمی ذہن اس میں دلیل پاتا ہے، ایک جذباتی دل اس میں تسلیم، اور ایک جستجو کرنے والا عقل و فہم کا خزانہ۔ یہی وہ جامعیت ہے جو داعی کو ہر طبقے سے موثر طور پر خطاب کرنے کے قابل بناتی ہے۔ خواہ وہ نوجوان ہو یا دانشور، طالب علم ہو یا استاد، مترجم ہو یا منکر۔

نبی کریم ﷺ کی دعوت کا اسلوب اپنانا

نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ دعوت دین کا کامل اور ہمہ جہت نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی دعوت میں قرآن مجید مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ نہ صرف قرآن مجید کی تلاوت فرماتے بلکہ اس کی حکمت بھری وضاحت کرتے، اس کی بлагعت کو بروئے کار لاتے، اور آیات کو سامنے کے حال، فہم اور قلبی کیفیت کے مطابق پیش کرتے تھے۔ آپ کی گفتگو میں قرآن مجید کی آیات محض الفاظ کی تکرار نہ تھیں، بلکہ وہ ایک زندہ پیغام بن کر دلوں میں اترتی تھیں۔

جب کفار مکہ آپ ﷺ کی دعوت پر اعتراض کرتے یا شبہات پیش کرتے، تو آپ قرآن مجید کی زبان میں علمی، حکیمانہ اور دلنشیں انداز میں جواب دیتے۔ یہی بлагعت تھی جس نے سخت دلوں کو نرم کیا، اور بدترین دشمنوں کو مخلص صحابہ میں بدل دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا اسلوب حسب حال ہوتا؛ مکہ میں دعوت کا انداز نرم، فکر انگیز اور برداشت پر مبنی تھا، جبکہ مدینہ میں زیادہ وضاحت، قانون، معاشرت اور حکمت پر مبنی پیغام غالب تھا۔ لیکن ہر دور اور ہر مقام پر قرآن مجید ہی آپ ﷺ کی دعوت کا بنیادی ذریعہ رہا۔

1. طائف کے سفر میں قرآنی دعوت کا اسلوب

نبی کریم ﷺ جب طائف تشریف لے گئے توہاں کے سرداروں نے سخت بد تمیزی کی اور عوام کو آپ پر پتھراو کے لیے اکسادیا۔ اس موقع پر جب فرشتہ حاضر ہوا اور پہاڑوں کے درمیان ان کو پیمنے کی پیشکش کی، تو آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور دعائیے الفاظ ادا فرمائے، جو دراصل قرآنی فکر کا عکاس تھے:

"اللَّهُمَّ اهْدِ قومِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ"⁴

"اَللَّهُمَّ امِرِيْ قَوْمَكَوْهِدِاِيْتَ دَيْ، كَيْوَكَه وَهِجَانِتَهِ نَهِيْنَ"

سورۃ الفرقان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَعِيَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْسُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هُوَنَا وَإِذَا حَاطَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا"⁵

"رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ نرمی سے جواب دیتے ہیں"

یہ اسلوب واضح کرتا ہے کہ قرآن مجید کی بلاغت صرف الفاظ نہیں، بلکہ عملی کردار کے ذریعے منتقل ہوتی ہے۔

2. دارِ ارقم میں دعویٰ حکمت اور قرآنی بلاغت کا اثر

نبوت کے ابتدائی سالوں میں نبی کریم ﷺ نے دارِ ارقم کو مرکزِ عوت بنایا، جہاں اسلام کے ابتدائی پیر و کار قرآن مجید کی آیات کو سمجھنے، سننے اور اثر لینے کے لیے جمع ہوتے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے سے پہلے جب سورۃ طا کی ابتدائی آیات سنائی گئیں تو وہ زار و قطار رونے لگے اور دل موم ہو گیا:

"طَهِ، مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْفَعَ⁶"

لطاء، ہم نے یہ قرآن تم پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ"

یہ اس بات کی دلیل ہے کہاً گردانی قرآن مجید کی بلاغت کو سمجھ کر اور صحیح موقع پر پیش کرے تو دلوں کو فتح کر سکتا ہے، جیسا کہ دارِ ارقم میں ہوتا رہا۔

3. نجران کے عیسائیوں سے مکالہ میں قرآنی آیات کا استعمال

نجران کے عیسائی و فد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا بین المذاہب مکالہ مدینہ منورہ میں ہوا۔ اس موقع پر قرآن مجید کی سورۃ آل عمران آیت 59-61 نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ، خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ، ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ"⁷

"بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے پیدا کیا یہ مٹی سے پھر فرمایا ہو جاتو ہو گئے"

یہ آیت توحید کے اثبات اور عیسائی عقیدہ تشییث کے رد کے لیے عقلی اور فطری اسلوب میں پیش کی گئی، اور نبی ﷺ نے دعویٰ ادب کے ساتھ یہ پیغام پہنچایا۔

آج کے داعی کے لیے رسول اللہ ﷺ کا یہ اسلوب اسوہ اور مشعل راہ ہے۔ قرآن مجید کی بلاغت کو سمجھ کر، داعی نہ صرف نبی ﷺ کے طریق کو زندہ کرتا ہے، بلکہ جدید ذہن کے سامنے دین کو اسی انداز میں پیش کرتا ہے جس سے وہ دلائل، حکمت اور اثر کے ساتھ قبول کیا جاسکے۔

فہم بلاغتِ قرآنی دراصل نبی ﷺ کی دعویٰ حکمت کا احیاء (revival) ہے، جو داعی کو الفاظ سے اٹھا کر تائیر، حکمت اور بصیرت کے مقام پر فائز کرتا ہے۔

مخاطب کی نفیات کو سمجھنا۔ بلاغتِ قرآنی کا ایک دعویٰ راز

قرآن مجید محض کتابِ احکام نہیں بلکہ انسانی نفیات کے عمیق شعور پر مبنی ایک جامع کلام ہے۔ اس کی بلاغت کا ایک عظیم پہلو یہ ہے کہ وہ مخاطب کی ذہنی، جذباتی، علمی، اور روحانی کیفیت کے مطابق کلام کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ہمیں کبھی شفقت و محبت، کبھی وعید و تنیب، کبھی تمثیل، کبھی فطرت، کبھی عقل، اور کبھی جذبات سے خطاب ملتا ہے۔

شفقت و امید کا انداز:

جب مخاطب مایوس، گناہوں میں ڈوبایا شستہ دل ہو، تو قرآن نرمی، محبت اور رجاء کے ساتھ اسے بلا تا ہے:

"فُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ"⁸

"کہہ دونے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو"
یہ اسلوب ایسے دلوں کو تسلی دیتا ہے جو ندامت یا گناہ کے بوجھ سے ٹھہرالے ہوں۔

تعمیہ و تہدید کا انداز:

کبھی قرآن مجید ان لوگوں سے سخت زبان میں خطاب کرتا ہے جو انکار، استہزاء یا ظلم پر مصروف ہوتے ہیں:
"فَذُوقُوا فَلَنْ تَنْيِدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا" ⁹

"پس اب چکھو، ہم تمہیں عذاب ہی بڑھا کر دیں گے"

اس آیت میں استعارہ تہکیہ کے ذریعے ان کے لیے تہدید ہے جو بہادیت کے مقابل سرکشی اختیار کرتے ہیں۔

تمثیل اور فطری مشاہدے کا اسلوب:

انسانی ذہن جب جمالیاتی یا مشاہداتی پہلوؤں سے متاثر ہوتا ہے تو قرآن اسی راہ سے دل تک رسائی حاصل کرتا ہے:

"الْمُتَرَكِفُ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلْمَةً طَيْبَةً كَشَجَرَةً طَيْبَةً" ¹⁰

"کیا تم نے نہیں دیکھا اللہ نے پاکیزہ بات کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے دی"

یہ اسلوب علمی و ادبی ذوق رکھنے والوں کے لیے حکمت سے بھر پور راستہ ہے۔

وجود افلاطونی اور فطری اپیل:

قرآن مجید بعض اوقات انسان کے فطری احساسِ توحید اور باطنی شعور کو جگاتا ہے:

"وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ" ¹¹

"اور تمہارے اپنے نفس میں [نشانیاں ہیں]، کیا تم دیکھتے نہیں"

یہ اسلوب تجرباتی، فطرت پسند، اور داخلی سوچ رکھنے والے افراد کو مخاطب کرتا ہے۔

ایک داعی جب قرآنی بلاغت کو صرف الفاظ کی خوبصورتی کے بجائے نفسیاتی حکمت کے ساتھ سمجھے گا تو وہ جان سکے گا کہ:

کب محبت کا ہبھج اپنانا ہے،

کب دلیل اور تمثیل دینی ہے،

کب بصیرت کو جھنجورنا ہے،

اور کب انداز و تہدید کی ضرورت ہے۔

یہی انداز نبی کریم ﷺ کی سنت میں بھی واضح ہے، جیسے کہ:

حضرت معاذؓ کو فرمایا: "بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا، يَسِّرُوا وَلَا تعَسِّرُوا" ¹²

"لوگوں کو خوشخبری دو، تنفس نہ کرو؛ آسمانی پیدا کرو، سختی نہ کرو"

قرآن مجید کی بلاغت ایک جامع نفسیاتی حکمت پر بنی ہے۔ داعی اگر اس کو سمجھے تو وہ ہر مزاج، ہر ذہن، ہر کیفیت کے مخاطب سے نہ

صرف بات کر سکتا ہے بلکہ اس کے دل کو بھی چھو سکتا ہے۔

دعویٰ حکمتِ عملی میں بلا غتِ قرآنی کا اطلاق

• قصصِ قرآنی کا دعویٰ استعمال

قصصِ قرآنی (قرآن مجید میں مذکور انبیاء و اقوام کی داستانیں) نہ صرف تاریخی معلومات یا عبرت کے لیے بیان ہوئی ہیں بلکہ ان کا اصل مقصد دعویٰ حکمت، تدبر، فکری رہنمائی اور دلوں پر اثر ڈالتا ہے۔ آپ کا دیا ہوا نکتہ نہایت اہم ہے۔ ذیل میں اس عنوان کی مزید وضاحت دعویٰ تناظر، قرآنی اسلوب اور نبی کریم ﷺ کے طریقہ کار کے ساتھ کی جا رہی ہے:

قرآن مجید میں موجود انبیاء علیہم السلام کی داستانیں محض تاریخی بیانات نہیں، بلکہ وہ دعوتِ دین کی فکری، جذباتی، نفسیاتی اور عملی بنیادیں فراہم کرتی ہیں۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولَاءِ الْأَلْبَابِ"¹³

"یقیناً ان کے تصویں میں اہل عقل کے لیے عبرت ہے"

دعوت میں حکمت، صبر اور مراحل:

حضرت نوحؐ کی داستان میں صبر، مسلسل دعوت، اور ترکِ دنیاوی فائدہ کے باوجود استقامت کی مثال ہے۔

"إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا"¹⁴

"میں نے اپنی قوم کو رات دن بلا یا"

زمی و شفقت:

حضرت ابراہیمؑ کا اندازِ دعوت، خاص طور پر والد سے مکالمہ، نہایت مودبانہ اور حکیمانہ ہے۔

"يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبَصِّرُ"¹⁵

"اے میرے بابا! آپ ایسی چیز کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو سننی ہے نہ دیکھتی ہے"

نبی ﷺ کی تسلی اور داعی کا حوصلہ:

سورۃ یوسف کی داستان ایک طرف جہاں دوسروں کو حکمت سکھاتی ہے، وہیں نبی کریم ﷺ کو دعویٰ مشن پر صبر، تدبر اور

استقامت کی تلقین کرتی ہے: "تَحْنُّ نَفْصُلُ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْفَصَصِ..."¹⁶

"ہم آپ کو بہترین قصہ سناتے ہیں"

یہی وجہ ہے کہ کمی دور میں جب حالات سخت تھے، تو اللہ نے نبی ﷺ کو تسلی دینے کے لیے قصصِ انبیاء سے تقویت دی۔

قرآن مجید کی کہانیاں صرف ماضی کی معلومات نہیں، بلکہ وہ ایک دعویٰ ہیں جن میں:

- اسلوبِ دعوت
- مراحلِ تبلیغ
- مخاطب کے ساتھ تعامل
- اور نتیجہ پر توکل جیسے اساق موجود ہیں۔
- ایک داعی کے لیے قصصِ قرآنی کا فہم، اس کی بلاغت اور حکمت کو سمجھنا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ اپنی دعوت کو اثر انگیز، تاریخی شعور سے مالا مال، اور نفسیاتی طور پر موثر بناسکے۔

امثال و تمثيلات

قرآن مجید میں امثال و تمثيلات (مثالوں اور تمثیلہوں) کا استعمال نہیت اہم دعویٰ اسلوب ہے جو پیغام کو دل و دماغ میں بٹھانے، سوچ کو جھੁجنگھوڑنے، اور معنویت کو واضح کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ اسلوب نہ صرف فصاحت و بلاغت کی علامت ہے، بلکہ ایک داعی کے لیے دعوت کو سہل، موثر اور پراشر بنانے کا قیمتی ہتھیار ہے۔

6. امثال و تمثيلات: قرآن کا فکری اور دعویٰ اسلوب

قرآن میں جہاں حقائقوں کو برآہ راست بیان کیا گیا ہے، وہاں بعض گھری باتوں کو مثالوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے تاکہ بات دل و دماغ میں راسخ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَتَلْكُ الأَمْثَالُ تَضْرِبُهَا لِلتَّائِسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالَمُونَ"¹⁷

"یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، اور انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں"

تمثیل کی دعویٰ افادیت:

- تمثیل کسی یقینیہ بات کو سادہ انداز میں سمجھانے میں مدد دیتی ہے۔
- مثال انسانی ذہن میں تصویر کی طرح بیٹھ جاتی ہے اور بھولنے میں نہیں آتی۔
- تجربیدی حقائق کو محسوس کرنا جیسے ایمان، کفر، نفاق، تقویٰ جیسے موضوعات کو محسوس کرنے کے لیے مثال دی جاتی ہے۔

قرآنی امثال ایک داعی کے لیے دعوت کو قابل فہم، پراشر، اور دیرپاہنانے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ان سے قرآن کا پیغام نہ صرف ذہن میں اترتا ہے بلکہ دل پر بھی اثر کرتا ہے۔

اسلوب استفہام:

قرآن مجید نہ صرف حق و باطل کو بیان کرتا ہے، بلکہ اسلوب استفہام کے ذریعے ان کے درمیان واضح قابل (comparison) قائم کر کے دلائل، حکمت، اور فکری وضاحت فراہم کرتا ہے۔ یہ انداز داعی کے لیے فکری وضاحت، استدلال، اور روحانی بصیرت کا زبردست ذریعہ بنتا ہے۔

7. اسلوب استفہام: دعوت قرآن میں دلیل اور حکمت کا جامع اسلوب

قرآن مجید میں حق و باطل، توحید و شرک، ایمان و کفر، ہدایت و ضلالت، دنیا و آخرت جیسے اہم تصورات کو محض الگ الگ بیان نہیں کیا گیا، بلکہ انہیں ایک دوسرے کے مقابل رکھ کر فرق کو عقلی، اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر واضح کیا گیا ہے۔ بھر اسلوب استفہام کے ذریعے عقائد و دعویٰوں کو تلقیر و تدریپ پر آمادہ کیا گیا۔

یہ اسلوب مخاطب کے ذہن کو سوچنے، تجزیہ کرنے، اور سچائی کو پرکھنے پر مجبور کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"فَلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ..."¹⁸

"کہہ دو: کیا وہ لوگ برابر ہو سکتے ہیں جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے"

دعویٰ حکمت

1. قابل سے حق و باطل میں فرق خود سامنے آ جاتا ہے۔ داعی کو برآہ راست الزام دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

2. موازنہ انسان کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ وہ کہاں کھڑا ہے، اور کون سارا ستہ بہتر ہے۔
3. سخت بات کو مثل یا مقابل کے ذریعے نرم انداز میں پیش کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا اسلوب تھا۔
4. یہ اسلوب دل کو چھپ جوڑتا ہے، کیونکہ انسان فطری طور پر موازنہ کر کے سچائی کو پہچانتا ہے۔

داعی کے لیے رہنمائی:

- ایک سمجھدار داعی کو چاہیے کہ وہ قرآنی تقابلی آیات کا فہم حاصل کرے، اور انہیں موقع کے مطابق استعمال کرے۔
- مقابل صرف علمی مناظرے کے لیے نہیں، بلکہ باطنی ہدایت، اصلاح، اور شعور کی بیداری کے لیے ہونا چاہیے۔
- داعی اگر توحید کو شرک کے مقابل، یا ہدایت کو ضلالت کے خلاف پیش کرے، تو سامع کو سوچنے اور بدلنے کا موقع ملتا ہے۔

قرآنی اسلوب مقابل ایک داعی کو:

عقلی دلیل، فکری گہرائی، اور حکمت دعوت عطا کرتا ہے۔ یہ انداز سامع کے دل میں حق کی ترجیح پیدا کرتا ہے، اور باطل کو بلا جرو تلقید کے بغیر ناقاب کرتا ہے۔

ثقافتی ولسانی تناظر میں قرآن مجید کی بلاغت

قرآن مجید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر دور، ہر قوم، اور ہر زبان بولنے والے انسان کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اگرچہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا، لیکن اس کی بلاغت اور اسالیب عالمگیر نوعیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب داعی دین کسی غیر عرب قوم یا مختلف ثقافتی پس منظر رکھنے والے افراد کو دین کی دعوت دیتا ہے، تو اس کے لیے قرآن مجید کے بلاغی اسلوب کو ان کے ثقافتی، فکری اور لسانی سیاق میں ڈھالنا ضروری ہو جاتا ہے۔

1. ترجیح اور تفسیر میں بلاغت کا انکا

ترجمہ محض الفاظ کی تبدیلی نہیں بلکہ مفہوم کی درست ترسیل ہے۔ جب داعی قرآن مجید کے بلاغی انداز کو سمجھتا ہے، تو وہ ترجیح میں ان لٹاکف کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے جو اصل پیغام کو موثر بناتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں، استقہام، حذف، تکرار، مقابلہ اور جناس کے ذریعے جو اثر پیدا کیا گیا ہے، وہ ترجیح یاد عویٰ تقریر میں بھی منتقل کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ داعی خود ان اسالیب کو سمجھتا ہو۔

2. مقامی ضرب الامثال، حکایات اور اسلوب کی ہم آہنگی

قرآن مجید نے عربوں کے فہم کے مطابق تمثیلات اور ضرب الامثال استعمال کیں۔ ایک داعی جب کسی اور قوم سے مخاطب ہوتا ہے، تو وہ قرآن مجید کے پیغام کو ان کی معروف مثالوں، محاوروں اور ادبی رجحانات کی روشنی میں پیش کر سکتا ہے۔ اس سے قرآن مجید کا پیغام زیادہ مانوس اور دل نشین محسوس ہوتا ہے۔

3. قرآن مجید کی میں السطور بلاغت اور اس کی ترسیل

قرآن مجید میں بعض اوقات الفاظ سے زیادہ سکوت، ترتیب، اور اسلوب تقدیم و تاخیر اہم معنی دیتے ہیں۔ داعی جب ان لطیف بلاغی نکات کو سمجھتا ہے، تو اس کی دعوت میں ایک فکری گہرائی اور تہہ داری پیدا ہو سکتی ہے، جو خاص طور پر علمی طبقات کو متاثر کرتی ہے۔

4. نفسیاتی اور لسانی مناسبت

ہر زبان کا ایک خاص ذہنی اور جذبائی سانچہ ہوتا ہے۔ قرآن کی بلاغت صرف الفاظ میں نہیں، بلکہ مخاطب کی نفسیات کے مطابق اسلوب اپنانے میں بھی ہے۔ داعی جب کسی قوم کی زبان اور نفسیات کو سمجھتا ہے، تو وہ قرآنی پیغام کو اس انداز میں پیش کرتا ہے جسے سننے والا اپنے دل کی آواز سمجھتا ہے۔

5. بلاغتِ قرآنی کے عالمگیر پہلو

قرآن مجید کا بلاغی اسلوب انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا پیغام ہر قوم اور ہر زبان کے انسان پر اثر انداز ہوتا ہے۔ داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس پہلو کو پہچانے اور اس کی مدد سے قرآن مجید کے پیغام کو عالمگیر انداز میں پیش کرے۔ شفافیت اور لسانی تناظر میں قرآن مجید کی بلاغت کو سمجھنا داعی کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید کے ہمہ گیر پیغام کو لوگوں کے فہم، ذوق، اور ذہنی سطح کے مطابق پیش کر سکے۔ یوں دعوت نہ صرف موثر بنی ہے، بلکہ سامنے کے دل میں قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی مجرزانہ فصاحت کی محیثت

قرآن مجید کا سب سے عظیم مجرزانہ اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ یہ کلام ایسا ہے جسے نہ صرف اس وقت کے فتح ترین اہل زبان (عرب) شکست نہ دے سکے، بلکہ آج تک کوئی بھی اس کے ہم پلہ کلام پیش کرنے سے قاصر رہا ہے۔ اس اعتبار سے قرآن کی فصاحت، اس کی الہی صداقت اور حقانیت کا زندہ اور جاوید ثبوت ہے۔

تجددی (چیلنج) کا اعجاز

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اعجاز کو واضح کرنے کے لیے مشرکین مکہ کو بارہا چیلنج دیا:

"فُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِيَعْضُ ظَهِيرًا"

19

"کہہ دو: اگر تمام انسان اور جنات اس قرآن جیسا لانے پر اکٹھے ہو جائیں تو بھی وہ اس جیسا نہ لاسکیں گے، چاہے وہ ایک دوسرے کے مدد گار بن جائیں۔"

یہ چیلنج پہلے پورے قرآن کے بارے میں دیا گیا، پھر دس سورتوں کے بارے میں، پھر صرف ایک سورت کے بارے میں۔ لیکن کوئی اس کا جواب نہ لاسکا۔

عربوں کی فصاحت کا پس منظر

قرآن مجید ایسے دور میں نازل ہوا جب عرب فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے ہاں خطابت، شاعری، اور ادبی مقابلے عروج پر تھے۔ قرآن کے کلام نے ان کے تمام معروف خطباء و شعراء کو مبہوت کر دیا۔

دعویٰ سیاق میں اس کی محیثت

ایک داعی جب قرآن مجید کی بلاغت اور فصاحت کو سمجھتا ہے تو وہ صرف علمی بات نہیں کرتا، بلکہ کلام الہی کے اعجاز کو دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ خصوصاً ان لوگوں کے لیے مؤثر ہے جو عقل، منطق اور تحقیق کی زبان سمجھتے ہیں۔ دعوت کے میدان میں:

- وہ مخالفین کو بتاتا ہے کہ اگر یہ انسانی کلام ہوتا، تو اس جیسا کلام لا یا جاسکتا۔

- وہ اہل علم کو قرآن مجید کے اسلوب اور دلائل میں چھپی حکمت سے متاثر کرتا ہے۔
- وہ عام لوگوں کو قرآن مجید کے حسن کلام اور روحانی تاثیر سے متاثر کر کے ایمان کی طرف مائل کرتا ہے۔

فصاحت و بلاغت سے ایمان کی تجدید

دعوت صرف غیر مسلموں کے لیے نہیں، بلکہ مسلمانوں کی تجدید ایمان اور یقین میں اضافہ بھی دعوت کا حصہ ہے۔ جب قرآن مجید کی فصاحت اور اعجاز کو ایک داعی مدلل انداز میں بیان کرتا ہے تو سننے والا: قرآن مجید کو صرف عبادات کی کتاب نہیں، بلکہ زندہ مجذہ سمجھتا ہے۔ اس کے دل میں اللہ کی عظمت اور کلام کی سچائی بیٹھ جاتی ہے۔ وہ قرآن مجید سے جڑنے اور اسے سمجھنے کی طرف راغب ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی مجذہ نہ فصاحت، نہ صرف مخالفین کے لیے ایک غیر معمولی چیز ہے بلکہ ایک داعی کے لیے دعوت حق کی سب سے روشن دلیل بھی ہے۔ جو داعی قرآن مجید کی بلاغت کو سمجھ کر پیش کرتا ہے، وہ دلائل کی دنیا میں بھی کامیاب ہوتا ہے اور دلوں کی دنیا میں بھی۔

تحاویز و سفارشات

دنیٰ مدارس اور اسلامی جامعات میں قرآن فہمی کے مضامین تو پڑھائے جاتے ہیں، لیکن بلاغتِ قرآنی کی تدریس محدود ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ طلبہ کو اس سطح پر تربیت دی جائے کہ وہ قرآنی بلاغت کو علمی اور دعویٰ میدان میں استعمال کر سکیں۔

- وہ ادارے یا تنظیمیں جو دنیٰ دعوت کے لیے افراد تیار کرتی ہیں، انہیں چاہیے کہ بلاغتِ قرآنی کے فہم کو اپنے دعویٰ تربیت پر گراہن کالازمی حصہ بنائیں، تاکہ ان کے خطباء، مبلغین، اور مقررین قرآن مجید کی گھرائی کے ساتھ ترجیحانی کر سکیں۔
- عوام الناس اور ابتدائی درجے کے داعیان کے لیے آسان اور قابل فہم انداز میں قرآنی بلاغت کے پہلوؤں پر کتب، یا کچھ رز، اور ویڈیو ز تیار کی جائیں تاکہ وہ بھی اس علم سے استفادہ کر سکیں۔
- موجودہ ترجم میں اکثر صرف لغوی معنی دیے جاتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مختلف زبانوں (اردو، انگریزی، فرانسیسی، وغیرہ) میں ایسے ترجم کیے جائیں جو قرآن مجید کے بلاغی حسن کو بھی منعکس کریں۔
- اسلامی دعوت کے میدان میں مختلف مکاتب، فکر اور مذاہب سے مکالمے میں قرآنی بلاغت کے مجذاتی پہلوؤں کو دلیل حق کے طور پر پیش کیا جائے، خاص طور پر ان حلقوں میں جو ادبیات اور لسانیات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔
- جامعات اور ریسرچ سینٹر ز کو چاہیے کہ وہ بلاغتِ قرآنی کی دعویٰ افادیت پر تحقیقی مقالے، تھیس اور کانفرنس کا اہتمام کریں تاکہ یہ علم مزید فروغ پاسکے۔
- ریڈیو، ٹی وی، یوٹیوب، سوشن میڈیا پر ایسے پروگرام نشر کیے جائیں جن میں قرآن مجید کی بلاغت کا اثر انگیز انداز میں تجزیہ اور دعویٰ استعمال دکھایا جائے۔

- بлагتِ قرآنی کا اصل اثر تبھی ظاہر ہوتا ہے جب داعی خود قرآن عظیم الشان سے متأثر ہو۔ اس لیے داعی کو چاہیے کہ وہ صرف الفاظ کی حد تک نہیں، بلکہ تدبر، تذکرہ، اور عمل کے ذریعے قرآن مجید سے جڑنے کی کوشش کرے۔

¹ Sūrat al-Baqarah 2:44

² Sūrat al-Hashr 59:21

³ Sūrat al-Rūm 30:8

⁴ Muhammad Bin Isma‘īl al-Bukhārī, Al-Jāmi‘ al-Ṣahīḥ, ḥadīth no. 3477.

⁵ Sūrat al-Furqān 25:63

⁶ Sūrat Tāhā 20:1–2

⁷ Sūrat Āl ‘Imrān 3:59

⁸ Sūrat al-Zumar 39:53

⁹ Sūrat al-Naba’ 78:30

¹⁰ Sūrat Ibrāhīm 14:24

¹¹ Sūrat al-Dhāriyāt 51:21

¹² Muhammad Bin Isma‘īl al-Bukhārī, Al-Jāmi‘ al-Ṣahīḥ, ḥadīth no. 69.

¹³ Sūrat Yūsuf 12:111

¹⁴ Sūrat Nūh 71:5

¹⁵ Sūrat Maryam 19:42

¹⁶ Sūrat Yūsuf 12:3

¹⁷ Sūrat al-‘Ankabūt 29:43

¹⁸ Sūrat al-Zumar 39:9

¹⁹ Sūrat al-Isrā’ 17:88